پشتو غزل میں امن کا تصور

Concept of Peace in Pashto Ghazal

ڈاکٹر مظہر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ پشتو، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

ABSTRACT

Literature is an imitation of life. As for the creation of any literary work, all the raw material is taken from day to day However for the composition and literary touch, it it life. need to experiences, skills and imagination. The land of Pashtuns is suffering from bloodshed and terrorism since half a century. It has created a bath in Pakistan and Afghanistan. So the Pashtuns poets and writers have been affected by this tentative situation. They have raised slogan against the war and terrorism, while wrote in the favor of peace. In this scenario Pashtuns poets and writer have contributed a lot to Pashto literature, especially in Pashto ghazal, the conception of in every common, which will be analyzed in this research paper.

سیاسی واقعات سماج میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں اور ادب ان سماجی تبدیلیوں کو محسوس بھی کرتا ہے اور تخلیقی سطح پر اظہار بھی کرتا ہے۔ ادب کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق اس زندگی سے ہوتا ہے جس میں وہ تخلیق ہوتا ہے۔ ادب نے ہر دور میں سیاسی و سماجی حالات کی عکاسی کی ہے کیونکہ انسان ہر دور میں ادب سے وابسطہ رہا ہے۔ اس کائنات میں ہمارے ارد گرد جو کچھ رونما ہوتا ہے شاعر اور ادیب اُسے اپنی آنکھ سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ اور پھر اپنے اسلوب میں اُسے الفاظ و استعارات کے آئینے میں منعکس کر دیتاہے کیونکہ شاعر اور ادیب کسی بھی معاشرے کا سب سے حساس طبقہ ہوتا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں جنگ سے نفرت اور امن کا اظہار ملتا ہے مگر ہر مذہب کسی نہ کسی طرح جنگ اور جنگی صورتِ حال سے وابسطہ رہی ہے۔ اِسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور پشتون قوم کے مجموعی کلچر میں بنیادی اسلامی تہذیب کا اثر موجود ہے۔اِس ضمن میں محمد مدنی عباس لکھتے ہیں۔

"پشتونوں کے کلچر یا ثقافت میں سب سے اہم اور مقدم ان کا دین ہے۔ وہ بہت پہلے مسلمان ہوئے اور ابھی تک نہایت راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ یہاں تک کہ پشتون ماسوائے مسلمان کے اور کچھ نہیں ہو سکتا"۔[i]

اپنی مذہبی جذبات اور ثقافتی روایات کی وجہ سے یہ قوم ہمیشہ امن کے لئے بر سرِ پیکار رہی ہے اور پشتو ادب میں بالعموم اور پشتو شاعری میں بالخصوص اِس کا اظہار موجود ہے۔ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد 9/11 کے واقعے نے برِ صغیر کی سیاسی اور سماجی منظر نامے کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس بدلتے ہوئے منظر نامے کی وجہ سے جہاں عالمی سطح پر ادب کے موضوعات اور ترجیحات میں تبدیلی آئی ہے وہاں پاکستان کی دیگر زبانوں میں بالعموم اور پشتو زبان میں بالخصوص اِس تبدیلی کو محسوس کیا گیا۔

پاکستان کی تقریباً تمام علاقائی زبانوں کے ادب میں دہشت گردی اور بدامنی کی مذمت کی گئی ہے مگر پاکستانی زبانوں کے ادب میں اس موضوع پر سب سے زیادہ پشتو میں لکھا گیا ہے کیونکہ پاکستان میں دہشت گردی سے سب سے زیادہ اور براہِ راست متاثرہ ہونے والا علاقہ پشتونوں کا ہے۔

پشتو ادب کی تمام شعری اور نثری اصناف اپنی ایک خاص ضابطہ اور ہیت رکھتی ہیں۔ ان اصناف میں سب سے زیادہ پُراثر، نازک اور لچکدار صنف غزل بھی ہر بدلتے ہوئے دور، طرزِ فکر اور طرزِ احساس سے اثرات قبول کرکے ایک خاص طرزِ انداز میں اسے بیان کرتی ہے۔ڈاکٹر زبیدہ ذولفقار غزل کو ہمارے حالات اور ذہنیت کی ترجمان صنف قرار دیتے ہوئے کہتی ہے کہ

"یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ دنیائے شاعری کی یہ خوب صورت، حساس اور روایتی صنف کئی صدیوں سے نہ صرف ہماری شاعرانہ سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے بلکہ ہمارے ماحول، حالات، ذہنیت اور مزاج کی حقیقی ترجمان بھی بن گئی ہے"۔[ii]

پشتو زبان و ادب ایک لحاظ سے حادثات میں پلی ہوئی ہے۔ تاریخی حادثات نے پشتو ادب اور پھر خاص طور پر شاعری پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ پشتون قوم کی زندگی حادثات کی آشوبوں سے بھری پڑی ہے جیسا کہ پشتو کے معروف کلاسیکل شاعر خوشحال خان خٹک نے کہا ہے

لا یو شور لا خېنې لاړ نه وي بل راشي
مګر زۀ پېدا په ورځ د شور و شر یم[iii]

ترجمہ: "ابھی ایک شور تھما نہیں ہوتا کہ دوسرا ابھر پا ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کہ میں شور و شر کے دن ہی پیدا ہوا ہوں"۔

سکندرِاعظم سے لیکر مغل کی یلغاروں تک، 1857ء کی جنگِ آزادی، 1947ء کی تقسیمِ ہند، 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگ یا پھر 11/9 کا حادثہ ہو پشتو غزل گو شعراء نے ہر دور میں امن اور سلامتی جیسے موضوعات کو اپنی غزلوں کا

حصہ بنایا ہے۔ پشتو کے ہر دلعزیز صوفی شاعر رحمان بابا نے سولہویں صدی عیسوی میں امن کا پیغام کچھ یوں دیا ہے

کر د گلو کا چې سیمه دې گلزار شي
ازغي مه کره په پښو کښې به دې خار شي
کۀ یو بد درسره کاندي نو ته ښه کا
هر یو نخل چې مېوه لري سنگسار شي[iv]

ترجمہ۔ دھرتی کو پھولوں سے سجانے کے لیے پھول ہی بوئے جاتے ہیں کانٹے بچھانے سے اپنے پاؤں ہی زخمی ہوں گے ۔بدی کے مقابلے میں بھی نیکی ہی کرو کیونکہ پھل دار درخت کو جب پتھر مارتے ہیں تو وہ بدلے میں پھل ہی دیتا ہے.

موجودہ صدی میں جہاں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ان گنت نئے نئے تجربات ہوئے اور انسان کو نئی نئی ایجادات کی بدولت زندگی کی سہولیات میسر ہو چکی ہیں وہاں دہشت گردی، بربریت، جہالت، وحشت اور ظلم وستم نے نئی تاریخ بھی رقم کرلی ہے۔ آج پشتونوں کا خطہ جس انتشار اور بے چینی کی کیفیت سے دوچار ہے اس نے پشتون شعراء کی حساسیت کو ایک بار پھر اپنی فکر کی اساس پر چڑھا کر امن کے لئے آواز اُٹھائی ہے۔ ادب اور پھر خاص کر غزل کا تو کمال ہی یہی ہے کہ وہ ایک دِلسوز واقعے کا پورہ نقشہ دو مصرعوں میں کھینچ کر رکھ دیتا ہے جس کے لئے مؤرخ برسوں لگا کر اُسے تاریخ کا حصہ بناتا ہے۔

دہشت گردی کی موجودہ لہر نے انسانی زندگی کے سماجی، سیاسی اور نفسیاتی حالات کو مفلوج کر رکھا ہے۔ شاعر چونکہ زندگی کی عکاسی اور تنقیدِ حیات کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور اُن کی حساسیت ہی اُن کا سرمایہ ہوتی ہے لہٰذا کسی شاعر یا ادیب کا معاشرے میں بدامنی سے متاثر ہونا اور امن وسلامتی کا پیغام دینا ایک فطری عمل ہے۔

پشتو غزل میں امن کا اِرتعاش پاکستان کی دوسری زبانوں کی نسبت زیادہ نمایاں اِس لئے ہے کہ پشتونوں کا براہِ راست تعلق اُس خطے سے ہے جہاں سے دہشت گردی اور بدامنی نے سر اُٹھایا ہے۔

افغانستان کے پشتون شاعر پیر محمد کاروان نے عمومی طور پر پشتو نظم میں اس موضوع پر لکھا ہے لیکن غزل میں بھی وہ امن کے طلبگار نظر آتے ہیں۔

یا خو د جنګونو دا بدرنګه بلا بوره کړئ
یا ترې نه د امن جزیرې ته وطن یوسئ [v]

ترجمہ: یا تو اس جنگ کی بلا کو بے یار و مددگار کرلو اور یا اس وطن کو ایک پُرامن جزیرے پر منتقل کرلو۔

پشتو غزل کے اعلیٰ پایہ کے شاعر سیف الرحمان سلیم کے اشعار میں ترقی پسند رجحان اور مقصدیت کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔ وہ اپنے شعری مجموعے "د وړو وړو خدایانو دې بنده کړم "(اے خدا تو نے مجھے چھوٹے چھوٹے خداؤں کا بندہ بنادیا ہے) میں امن کے لئے کچھ اِس طرح دُعا گو ہے۔

کاشکې چې سیمه مې ګلزار کړي د سپرلي ګلونه
ستا ملګرتیا وې بې غمي وې هر خوا امن و امان [vi]

ترجمہ: کاش میری یہ سرزمین موسمِ بہار کے پھول کھلاتی اور میں امن و امان کے پُرسکون ماحول میں تیری رفاقت میں سیر کرتا۔

بلوچستان سے تعلق رکھنے والے غزل کے مایہ ناز شاعر درویش درانی امن پسندی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

لمن مې ډکه ده د کاڼو خو ښوک نه پرې اولم
په عادتونو کښې دا یو عادت د غر لرمه [vii]

میرے پاس پتھر ہیں,پتھر مارنے کی طاقت بھی رکھتا ہوں لیکن میں کسی کو پتھر مار کر نقصان نہیں پہنچاتا کیونکہ یہ میری عادت نہیں.

صوابی سے تعلق رکھنے والے غزل اور نظم کے ہر دل عزیز شاعر خالد خان حسرت نے اپنی شاعری میں عمومی طور پر امن کا پیغام دیا ہے۔

زه ساده پښتون پېغام د امن او د مینې یم
تاته مې چا هسې چرته وران تصویر جوړکړے دےviii

ترجمہ: پشتون امن اور محبت کا ایک پیغام ہے کسی نے آپ کے سامنے میری غلط تصویر بنائی ہے

علی اکبر سیال کا تعلق پشتون شعراء سے ہے۔ انہیں جنگ اور دہشت گردی سے نفرت ہے۔ وہ اپنے خطے میں امن کے طلبگار ہیں۔ اُن کی کچھ شعری مجموعوں کے نام یہ ہیں:

په جنګ دې اور اولګي (جنگ کو آگ لگے، اکتوبر2000ء)

دا پرهرونه به ګنډل غواړي (ان زخموں کو سینا پڑے گا، ستمبر2005ء)

اوښکې اوښکې مسکېتوب (سسکیوں بھری مسکراہٹ،2008ء)

زمونږ په کلي کښې شر مه جوړوئ (میرے دیس میں فساد نہ پھیلائیں،2009ء)

په ګل درو دې وروؤل اورونه (چمن پر آگ برستی رہی)

سیال اپنے غزلوں میں امن خراب کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ

نور په ګلونو لمبې مۀ بلوئ
په ښائستونو لمبې مۀ بلوئ
جالې به وسوزي د بڼ د مرغو
په چنارونو لمبې مۀ بلوئ
ستاسو مندر ستاسو ګرجې ته سلام
په جماتونو لمبې مۀ بلوئ[ix]

ترجمہ: میرے پیارے وطن اور اس کے پھول جیسے باشندوں کو آگ میں مت جھونکو. یہ پھول یہ گلستان آگ کی نذر نہ کرو، اس کی خوبصورتی کو تباہ مت کرو، ان معصوم پرندوں کے گھونسلے آگ سے جل جائیں گے۔ان پودوں اور درختوں کو اس آگ سے دور رکھو۔ ان درختوں پر معصوم پرندوں کے گھونسلے ہیں جو امن کے شیدائی ہیں۔ ہمیں آپ کی عبادت گاہوں سے کوئی غرض نہیں یہ ہمارے لیے معتبر اور قابل احترام ہیں. ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ بھی ہماری مساجد کو بخش دیں۔

ڈاکٹر علی خیل دریاب اگرچہ ایک رومانی طرزِ فکر کے شاعر ہیں لیکن جب اپنی قوم کو بے چینی، بے بسی اور جنگ و دہشت کی وجہ سے پھیلے ہوئے اِنتشار کی حالت میں دیکھتے ہیں تو غزل کے فنی حسن کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے دکھوں کا اِظہار یوں کرتے ہیں ۔

" مونږه په خپل کالۀ کښې غنې کرو
مونږ په پردي کور کښې ګلونه کرو
دوئ پرې د زهرو تورتمونه ورئ
مونږ رڼاګانو له فصلونه کوؤ
څومره چې وخت مو غوځوي دریابه
دومره تازه ښاخونه کوؤ[x]

ترجمہ: ہم اپنے گھروں میں کانٹے بوتے ہیں اور دوسروں کے گھروں میں پھولوں کی کاشت کرتے ہیں۔ یہ لوگ تاریکیوں کے زہر گراتے ہیں اور ہم روشنیوں کے لئے فصلیں بوتے ہیں۔ وقت جتنا ہماری شاخوں کو کاٹے گا ہم اُتنی ہی تازہ اور نئی شاخیں نکالیں گے۔

بنوں سے تعلق رکھنے والے منفرد انداز فکر کے مالک نوجوان شاعر جاوید احساس امن کی آرزو اپنے غزلیہ انداز میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

لـه دې جنت وېستي انسان لـه خو غېرت پـکار وو
پـه دغه زمکه خو پـه هر صورت جنت پـکار وو[xi]

ترجمہ: جنت سے نکالے ہوئے اس انسان کو کچھ غیرت اور شرم آنی چاہیے تھی۔ ایسی صورت میں اس زمین کو جنت کا گہوارہ بنانا چاہیے تھا۔

پشتو غزل کے نوجوان اور مقبول شاعر ڈاکٹر اسرار اتل بھی اپنی غزلوں میں امن کے متلاشی نظر آتے ہیں۔

څوک دې ګام د خېر او امن پـه نيت واخلي
کـه د هر چا در لـه ځي ځـۀ ورسره يم[xii]

جو کوئی بھی امن اور سلامتی کا پیغام لے کر اٹھے گا، میں ان کا بھرپور ساتھ دونگا۔ اس کے لئے دشمن کے در پر جانے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔

مذکورہ حوالوں اور شعراء کی غزلوں کی مثالوں کو پیش کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ پشتون غزل گو شعراء نے اِن غیر انسانی اور وحشیانہ رویوں کو بہت شدت سے ہدف تنقید بنایا ہے اور اپنی غزل میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مزاحمت، انصاف طلبی اور امن و سلامتی کے موضوعات کو شامل کیا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں میں چھپنے والی شعری مجموعوں اور علمی اور ادبی رسائل میں ہزاروں غزلوں میں خوف و ہراس، تباہی و بربادی اور قتل و غارت کے ساتھ ساتھ ایک روشن اور پُر امید مستقبل کے خواب بھی نظر آتے ہیں۔

پشتون شعراء جہاں اپنی غزلوں میں سسکیوں، بے بسی اور دہشت کی داستانیں رقم کر رہے ہیں وہاں اِس خطے پر امن اور تعمیرِ نو کے خواب لانے والی صبح کے طلوع ہونے کا خواب بھی دیکھ رہے ہیں۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پشتون اِس خطے پر ایک امن پسند قوم ہے اور پشتون شعراء ہر صورت امن کے طلبگار ہیں۔

حوالہ جات

[i] محمد مدنی عباس، پشتو زبان وادب کی تاریخ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، 1969، ص19

[ii] ڈاکٹر زبیدہ ذولفقار، پاکستانی زبان و ادب پر 11-9 کے اثرات، ادارہ ادبیات اردو، فارسی و لسانیات، جامعہ پشاور، 2010، ص20

[iii] خوشحال خان خٹک، کلیات خوشحال خان خٹک، مرتبہ دوست محمد خان کامل، ادارہ اشاعت سرحد پشاور، 1960ء، ص571

[iv] رحمان بابا، د رحمان بابا کلیات، مرتبہ دوست محمد خان کامل او قلندر مومند، افغان پرنٹرز جلال آباد، ص271

[v] پیر محمد کاروان، چنار خبرې کوي، دانش خپروندویہ ٹولنہ پشاو، 2009، ص50

[vi] سیف الرحمان سلیم، د وړو وړو خدایانو دې بنده کړم، یونیورسٹی پبلشر پشاور، مارچ2008، ص18

[vii] درویش درانی، ستوري پہ لمن کښې، زم زم پریس کراچی، پہلا ایڈیشن، 2000ء، ص250

[viii] خالد خان حسرت، وران تصویر، عامر پرنٹنگ ایجنسی پشاور، 2013ء، ٹائٹل

[ix] علی اکبر سیال، پہ گل درو دې ورؤل اورونہ، پختون کلچرل ایسوسی ایشن اسلام آباد، دسمبر2010ء، ص80

[x] علی خیل دریاب، بهیر د جمال، اعراف پرنٹرز، ندیم ٹرید سنٹر محلہ جنگی پشاور، 2014ء، ص163

[xi] جاوید احساس، سرچینہ، معیار ادبی جرگہ بنوں، 2010ء، ص37

[xii] اسرار اتل، زیړ مازیګرے پہ پېښور کښې دے، یونیورسٹی پبلشرز پشاور، مئ 2013ء، ص44